HABIBIA ISLAMICUS

(The International Journal of Arabic &Islamic Research) (Quarterly) Trilingual (Arabic, English, Urdu) ISSN:2664-4916 (P) 2664-4924 (E)

Home Page: http://habibiaislamicus.com

Approved by HEC in Y Category

Indexed with: IRI (AIOU), Australian Islamic Library, ARI, ISI, SIS, Euro pub.

PUBLISHER HABIBIA RESEARCH ACADEMY

Project of **JAMIA HABIBIA INTERNATIONAL,** Reg. No: KAR No. 2287 Societies Registration Act XXI of 1860 Govt. of Sindh, Pakistan.

Website: www.habibia.edu.pk,

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

TOPIC:

AN OVERVIEW OF THE DISSENSION OF RELIGIOUS SCHOLARS REGARDING DETERMINATION OF THE MIDDLE PRAYER (IN THE LIGHT OF TAFSEER KABEER).

صلوۃ وسطیٰ کی تعیین میں علماء کے اختلاف کا جائزہ (تفسیر کبیر کی روشنی میں)

AUTHORS:

1- *Hafeezullah, PhD Research Scholar Centre For Religious Studies KUST,*
Email: hafeezullah2@hotmail.com Orcid ID: https://orcid.org/0000-0002-7794-1867

How to Cite: *ullah, Hafeez. 2021. "URDU 4 AN OVERVIEW OF THE DISSENSION OF RELIGIOUS SCHOLARS REGARDING DETERMINATION OF THE MIDDLE PRAYER (IN THE LIGHT OF TAFSEER KABEER).: صلوۃ وسطیٰ کی تعیین میں علماء کے اختلاف کا جائزہ (تفسیر کبیر کی روشنی میں ". Habibia Islamicus (The International Journal of Arabic and Islamic Research) 5 (3):43-56.*
https://doi.org/10.47720/hi.2021.0503u04.

URL: http://habibiaislamicus.com/index.php/hirj/article/view/227

Vol. 5, No.3 || July –September 2021 || P. 43-56

Published online: 2021-09-08

QR. Code

AN OVERVIEW OF THE DISSENSION OF RELIGIOUS SCHOLARS REGARDING DETERMINATION OF THE MIDDLE PRAYER (IN THE LIGHT OF TAFSEER KABEER).

صلوۃ وسطیٰ کی تعیین میں علماء کے اختلاف کا جائزہ(تفسیر کبیر کی روشنی میں)

Hafeezullah

ABSTRACT: *Prayer is the first duty after faith, which has to be offered five times a day. The Holy Prophet (S.A.W) declared it to be the Pivot of Islam and the sublimity of a Muslim. That is why the Holy Quran and Hadith have put emphasis on its observance. In verse no 238 of surah Al Baqarah emphasis have been put on the offering of all the prayers in the best way. But along with it special emphasis have been put on the observance of Salat-e-Wusta i-e the middle prayer permanently, which surly shows its importance and priority. Now which of the prayer is meant by Salat-e-Wusta? The scholars of Islam differ in the determination of the said term. Imam Razi (R.A) has described the detail of the sayings regarding the said verse in his Tafseer Mafateh Al-Ghaib (Tafseer Kabeer) with very lengthy arguments, the study of which makes easy the determination of Salat-e-Wusta.*

KEYWORDS: *Salat-e-Wusta, Middle Prayer, Imam Razi, Tafsir e Kabir.*

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے لیکن یہ دین اسلام کا اولین مصدر ہے کیونکہ تمام اسلامی علوم کے سرچشمے اسی کتاب مقدس سے پھوٹتے ہیں۔ ایک معجز کلام ہونے کی وجہ سے آغاز اسلام سے لے کر آج تک مختلف پہلوؤں سے اس کی توضیح و تشریح اور تفسیر کا سلسلہ جاری ہے۔ تفسیری سرمایہ میں بعض تفاسیر کو اللہ تعالیٰ نے ایسی قبولیت بخشی ہے کہ صدیاں گزرنے کے باوجود بھی وہ تفاسیر اسی طرح مشہور اور متداول ہیں۔ ان تفاسیر میں امام فخر الدین رازیؒ (متوفی۶۰۶ھ /۱۲۱۰ء) کی تفسیر مفاتیح الغیب کو ایک ممتاز مقام حاصل ہے۔ یہ تفسیر گزشتہ تفاسیر کی خصوصیات کا جامع ہونے کے علاوہ کئی دیگر منفرد خصوصیات کا حامل ہونے کی بنا پر اہل علم کے مابین تفسیر کبیر کے نام سے مشہور ہے۔ امام رازیؒ کسی آیت کی تفسیر کرتے وقت نہایت منظم انداز میں اس آیت سے متعلق تمام پہلوؤں کو زیر بحث لاتے ہیں اور ایسے مباحث ذکر کرتے ہیں کہ جن سے آنے والے مفسرین و محققین کے لیے تحقیقات کی نئی راہیں کھل جاتی ہیں۔ زیر نظر مضمون بھی اس حقیقت کا ایک نمونہ ہے۔　　ایمان کے بعد سب سے اہم فریضہ نماز ہے جو شب و روز میں پانچ وقت ادا کرنا مقرر کیا گیا ہے۔ نبی ﷺ نے اسے اسلام کا ستون اور مومن کی معراج فرمایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن و حدیث میں اس کی پابندی کرنے کی انتہائی تاکید فرمائی گئی ہے۔ قرآن مجید کی آیت (حَافِظُواْ عَلَى الصَّلَوَاتِ والصَّلاَةِ الْوُسْطَى وَقُومُواْ لِلّهِ قَانِتِيْنَ)(۱) میں تمام نمازوں کی حفاظت کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور ساتھ خصوصی طور پر صلوۃ وسطیٰ یعنی درمیان والی نماز کا اہتمام کرنے کا حکم مستقلاً دیا گیا ہے جس سے اس نماز کی مزید اہمیت و فضیلت معلوم ہوتی ہے، لیکن صلوۃ وسطیٰ سے کون سی نماز مراد ہے؟ اس کی تعیین میں علماء کرام نے مختلف آراء ذکر کی ہیں۔ کئی علماء جیسے ابن ابی حاتمؒ (۲)، ابن الجوزیؒ (۳) اور الماوردیؒ (۴) وغیرہ اس میں اہل علم کے پانچ اقوال ذکر کرتے ہیں (۵) لیکن امام رازیؒ نے اس سلسلے میں علماء کے کل سات اقوال دلائل کے ساتھ ذکر فرمائے ہیں (۶) جن کی تفصیل درج ذیل ہے :

پہلا قول(۷): امام رازیؒ فرماتے ہیں:ان الله تعالى امر بالمحافظة عليها۔۔۔۔واذا كان كذلك امكن فی كل واحدة من تلك الصلوة ان يقال: انما هي الوسطى۔۔۔(۸)یعنی صلوۃ وسطیٰ میں ہر نماز داخل ہے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تعیین کیے بغیر یہ حکم دے دیا کہ اس کی حفاظت کرو اور ہمارے لیے اس آیت میں سے اس کی تعیین کرنا اس لیے ناممکن ہے کہ دن اور رات میں کل پانچ نمازیں ہیں اور اس آیت میں پہلی اور آخری نماز کا بیان نہیں ہوا۔چونکہ اس آیت کے علاوہ کسی دوسری آیت میں یا کسی خبر متواتر میں یا کسی اور قطعی دلیل میں بھی اس بات کا تذکرہ نہیں کہ فلاں نماز درمیان والی نماز ہے اس لیے ہم دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ صلوۃ وسطیٰ کی تعیین کسی قطعی دلیل سے ثابت نہیں لہٰذا اگر یہ کہا جائے کہ ہر نماز درمیان والی نماز ہے تو یہ قول غلط نہ ہوگا۔رہی بات خبر واحد یا قیاس کے ذریعے سے اس کے بیان کی تو چونکہ وہ قطعی اور یقینی نہیں بلکہ ظنی دلائل ہوتے ہیں اس لیے ان کے ذریعے سے معاملات کے احکام ثابت ہوسکتے ہیں تاہم عبادات میں ان کے ذریعے سے کوئی حکم ثابت نہیں ہوتا اس لیے ان کے ذریعے سے صلوۃ وسطیٰ کی تعیین جائز نہیں۔امام رازیؒ مزید فرماتے ہیں:والحكمةفيه انه تعالى لما خصها بمزيد التوكيد مع انه تعالى لم يبينها جوز المرء فى كل صلوة يؤديها انها هى الوسطى۔۔۔ (۹)یعنی اتنی خصوصی تاکید کے باوجود اس کی تعیین نہ کرنے میں حکمت یہ ہے کہ بندہ ہر نماز کو درمیان والی نماز سمجھ کر پڑھے اور اس کو احسن طریقے سے ادا کرے۔یہی حکمت دوسری بہت سی چیزوں میں بھی نظر آتی ہے جیسا کہ ماہ رمضان میں شب قدر کو پوشیدہ رکھنا یا روز جمعہ سَاعَۃُ الِاجَابَہ کو، اور اللہ تعالیٰ کا اسمائے حسنیٰ میں سے اسم اعظم کو خفیہ رکھنا، اسی طرح موت کے وقت کو خفیہ رکھنا تاکہ انسان ہر وقت موت سے ڈرتا رہے اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتا رہے۔امام رازیؒ نے اس قول کی تائید کے لیے مندرجہ ذیل دو آثار بھی ذکر کیے ہیں:

۱۔ محمد بن سیرینؒ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے زید بن ثابتؓ سے اس نماز کی بابت پوچھا تو انھوں نے جواب دیا کہ: حافظ على الصلوات كلها تصبها۔یعنی تمام نمازوں کی حفاظت کرو ان میں سے تم درمیان والی نماز بھی پالوگے(۱۰)۔

۲۔ ربیع بن خثیمؒ سے جب اس نماز کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے جواب دیا:يا ابن عم الوسطى واحدة منهن۔یعنی اے میرے بھتیجے! ان پانچ نمازوں میں سے ہی کوئی ایک ہے لہٰذا ساری نمازوں کی حفاظت کرو تاکہ تم درمیان والی نماز کے محافظ بن جاؤ۔اس کے بعد فرمایا کہ اگر تمھیں اس نماز کا علم ہو جاتا تو کیا تم صرف اس ایک کی حفاظت کرتے اور باقی چھوڑ دیتے یا تساہل برتتے؟ سائل نے کہا: نہیں۔پھر فرمایا: اگر تم نے ساری نمازوں کی حفاظت کی تو یقیناً تم نے درمیان والی نماز کی حفاظت بھی کی(۱۱)۔

دوسرا قول(۱۲): صلوۃ وسطیٰ سے پانچوں نمازیں مراد ہیں۔امام رازیؒ اس قول کے لیے وجہ بتاتے ہوئے کہتے ہیں:لان هذه الخمسة هى الوسطى من الطاعات ۔۔۔(۱۳)یعنی نیکی کے کاموں میں پانچوں نمازیں درمیان والی ہیں۔وہ اس کی تفصیل میں اس حدیث کا حوالہ دیتے ہیں جس میں وارد ہوا ہے کہ ایمان کے کچھ اوپر ستر درجات ہیں۔ان میں سب سے اعلیٰ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرنا ہے۔اور سب سے ادنیٰ راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا ہے(۱۴) لہٰذا فرض نمازوں کا درجہ ایمان سے تھوڑا کم اور اذیت والی چیز کو ہٹانے سے زیادہ

ہے گویا کہ یہ ان دونوں کے درمیان والی ہیں۔

تیسرا قول: اس درمیان والی نماز سے مراد نماز فجر ہے۔ صحابہؓ میں سے اس قول کو اختیار کرنے والے حضرت علیؓ، عمرؓ، ابن عباسؓ، جابرؓ بن عبداللہ اور ابو امامہ باہلیؓ ہیں اور تابعین میں سے طاؤسؒ، عطاءؒ، عکرمہؒ اور مجاہدؒ ہیں۔ امام شافعیؒ کا بھی یہی قول ہے(۱۵)۔ امام رازیؒ نے اس قول کی تائید میں مندرجہ ذیل دس دلائل ذکر کیے ہیں :

پہلی دلیل: یہ نماز اندھیرے اور روشنی دونوں میں پڑھی جاتی ہے۔ چونکہ اس نماز کا شروع اندھیرے میں ہوتا ہے گویا کہ رات کی نماز ہوئی جب کہ اس کا آخر و اختتام روشنی میں ہوتا ہے جیسے کہ یہ دن کی نماز ہو (گویا کہ یہ ایسی نماز ہے کہ جو رات اور دن کے درمیان میں پڑھی جاتی ہے)۔

دوسری دلیل: یہ نماز طلوع صبح کے بعد اور طلوع شمس سے پہلے ادا کی جاتی ہے۔ وقت کے اس حصے میں نہ مکمل اندھیرا ہوتا ہے اور نہ روشنی، اس لحاظ سے یہ نہ رات کی نماز ہوئی اور نہ دن کی بلکہ رات اور دن دونوں کے درمیان والی نماز ہے۔

تیسری دلیل: ظہر اور عصر دن کی نمازیں ہیں تو مغرب اور عشاء رات کی نمازیں ہیں جب کہ نماز فجر دن اور رات کی نمازوں میں متوسط یعنی درمیان والی نماز کی طرح ہے۔ امام رازیؒ یہاں مندرجہ بالا تین دلائل پر ایک اشکال اور اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: فان قيل فهذه المعانى حاصلة فى صلاة المغرب قلنا: انا نرجح صلاة الصبح ۔۔۔۔۔(۱۶)۔ یعنی اگر یہ کہا جائے کہ جو کچھ آپ نے اوپر بیان کیا بالکل یہی تمام باتیں مغرب کی نماز میں بھی پائی جاتی ہیں تو وہ بھی تو درمیان والی نماز ہو سکتی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم مغرب کی نماز پر صبح کی نماز کو ترجیح دیتے ہیں کیونکہ جو فضائل نماز فجر کے وارد ہوئے ہیں وہ مغرب میں نہیں۔ ان فضائل کی تفصیل آگے آٹھویں دلیل میں آرہی ہے۔

چوتھی دلیل: تمام علماء اس بات پر متفق ہیں کہ ظہر اور عصر کی دونوں نمازوں کو عرفہ کے دن ایک ساتھ جمع کر کے پڑھا جاتا ہے۔ اسی طرح امام شافعیؒ کے مذہب میں دوران سفر ظہر و عصر کو ایک ساتھ اور مغرب و عشاء کو جمع کر کے ایک وقت میں پڑھا جا سکتا ہے لیکن فجر کی نماز الگ ہے گویا کہ ظہر اور عصر کا ایک وقت ہوا اور مغرب اور عشاء کا دوسرا اور ان دونوں کے درمیان نماز فجر کا وقت ہے۔

پانچویں دلیل: ارشاد باری تعالیٰ: إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوداً(۱۷) "یقیناً صبح کے وقت قرآن کا پڑھنا فرشتوں کی حاضری کا باعث ہوتا ہے"۔ کے حوالے سے یہ بات تواتر سے ثابت ہے کہ یہاں نماز فجر مراد ہے، اور اسے مَشْهُوداً بھی اس لیے کہا گیا ہے کہ صبح اور رات کے فرشتے اس نماز کے وقت اکٹھے ہوتے ہیں اور ان کی موجودگی میں یہ نماز ادا کی جاتی ہے(۱۸)۔ اس آیت میں بھی فجر کی نماز کو الگ سے ذکر فرمایا جو کہ اس کی مزید فضیلت پر دلالت کرتا ہے۔ (کیونکہ دیگر تمام نمازوں کی طرف اشارہ تو أَقِمِ الصَّلاَةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ إِلَى غَسَقِ اللَّيْلِ میں فرمایا گیا)۔ تو جب نماز فجر کی فضیلت اس کے علیحدہ ذکر کرنے سے ثابت ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے صلوۃ وسطیٰ کو بھی خاص تاکید کے ساتھ الگ ذکر فرمایا ہے اس لیے اب غالب گمان یہی ہے کہ صلوۃ وسطیٰ سے مراد نماز فجر ہی ہے۔

امام رازیؒ فرماتے ہیں:والثاني: ان الملائكة تتعاقب بالليل والنهار فلاتجتمع ملائكة الليل و ملائكة النهار فی وقت واحد الا صلوة الفجر۔۔۔(۱۹)یعنی اس کی دوسری صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ دن اور رات (میں بندہ) کے تعاقب کے لیے الگ الگ خاص فرشتے مقرر ہیں۔ دن اور رات کے یہ فرشتے صرف فجر کی نماز کے وقت ہی اکٹھے ہوتے ہیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ فجر کی نماز دن کا شروع اور رات کا اختتام ہے گویا کہ دونوں کے درمیان ہے(۲۰)۔

چھٹی دلیل: اللہ تعالیٰ نے درمیان والی نماز کو ذکر کرنے کے فوراً بعد ارشاد فرمایا: وَقُومُواْ لِلّهِ قَانِتِيْن یعنی صلوۃ وسطیٰ کے ساتھ قنوت کا ذکر کیا گیا۔ اگر غور کیا جائے تو صحیح احادیث کے مطابق نماز فجر کے علاوہ کسی اور نماز میں قنوت کا پڑھنا ثابت نہیں(۱۲) لہٰذا یہی معلوم ہوا کہ اس سے مراد نماز فجر ہی ہے(۲۲)۔

ساتویں دلیل: اوقات نماز کے حوالے سے دیکھا جائے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ تمام نمازوں میں سب سے مشکل نماز فجر کی ادائیگی ہے کیونکہ اس کی ادائیگی کا جو وقت ہے اس وقت میں انسان ایسی گہری اور میٹھی نیند سویا ہوتا ہے کہ اہل عرب (شہد کی لذت و مٹھاس سے تشبیہ دیتے ہوئے) اس وقت کے نیند کو عسیلة کہتے ہیں۔ تو ایسے نیند کو ترک کرنا، پھر ٹھنڈے پانی سے وضو کر کے تاریکی میں مسجد جانا اور نماز ادا کرنا، یقیناً یہ تمام چیزیں نفس پر بہت بھاری ہیں اس لیے اس نماز (نماز فجر) ہی کے لیے اتنی تاکید ہونی چاہیے کہ اسے مستقلاً الگ سے ذکر کیا جائے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ صلوۃ وسطیٰ سے مراد نماز فجر ہی ہے۔

آٹھویں دلیل: چونکہ نماز فجر تمام نمازوں سے افضل ہے، اس لیے درمیان والی نماز سے یہی مراد ہو سکتی ہے۔ امام رازیؒ نماز فجر کو سب سے افضل نماز قرار دینے کی مندرجہ ذیل وجوہات بیان فرماتے ہیں　　:

پہلی وجہ: اللہ تعالیٰ نے اپنے ارشاد: الصَّابِرِيْنَ وَالصَّادِقِيْنَ وَالْقَانِتِيْنَ وَالْمُنفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالأَسْحَار(۲۳)"(یہ وہ لوگ ہیں جو مشکلات میں صبر کرتے اور سچ بولتے اور عبادت میں لگے رہتے اور نیکی میں خرچ کرتے اور اوقات سحر میں گناہوں کی معافی مانگا کرتے ہیں")میں لوگوں کی طاعات اور عبادات کو اس کلام کے ساتھ ختم فرمایا کہ وہ اوقات سحر میں گناہوں کی بخشش مانگنے والے ہیں۔ چونکہ توبہ و استغفار کرنے کی سب سے بڑی اور اہم قسم فرائض کی ادائیگی ہی ہو سکتی ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ ایک حدیث قدسی میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:لَنْ يَتَقَرَّبَ اِلَيَّ الْمُقَرَّبُوْنَ بِمِثْلِ اَدَاءِ مَاافْتَرَضْتُ عَلَيْهِمْ(۲۴)"میرا تقرب حاصل کرنے والے فرائض کی ادائیگی سے بڑھ کر کسی اور طریقے سے ہرگز میرا تقرب حاصل نہیں کر سکتے"۔ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ایمان کے بعد سب سے افضل عمل صبح کی نماز کا ادا کرنا ہے۔

دوسری وجہ: ایک روایت میں آتا ہے کہ:ان التكبيرة الاولى منها مع الجماعة خير من الدينا وما فيها(۲۵)۔یعنی صبح کی نماز کو باجماعت تکبیر اولیٰ کے ساتھ ادا کرنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔

تیسری وجہ: صحیح احادیث اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ نماز فجر کے لیے دو آذانیں مخصوص کی گئی ہیں ایک طلوع فجر سے پہلے اور دوسری

اس کے بعد، پہلی اذان کا مقصد لوگوں کو نیند سے بیدار کرنا ہے تاکہ وہ اٹھ کر وضو کی تیاری کریں(۲۶)۔

چوتھی وجہ: اللہ تعالیٰ نے اس نماز کے کئی نام ذکر کیے ہیں جس سے اس نماز کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔جیسے قُرْآنَ الْفَجْرِ(۲۷)، صَلَاةِ الْفَجْرِ(۲۸) اور حِيْنَ تُصْبِحُونَ(۲۹)۔حضرت عمر بن خطابؓ کے مطابق وَإِدْبَارَ النُّجُومِ(۳۰) سے بھی مراد نماز فجر ہے(۳۱)۔

پانچویں وجہ: اللہ تعالیٰ نے اپنے ارشاد: وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ(۳۲) میں اس نماز کی قسم کھائی ہے۔اگر ارشاد باری تعالیٰ: وَالْعَصْرِ إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ (۳۳) میں والعصر سے عصر کی نماز کی قسم مراد لی جائے تب بھی نماز فجر زیادہ فضیلت والی ہے کیونکہ نماز فجر کی تاکید نماز عصر سے زیادہ آئی ہے، جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے: وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ(۳۴)۔اس قسم کی کوئی تاکید عصر کی نماز کے لیے نہیں آئی۔

چھٹی وجہ: نماز فجر کی افضیلت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس کی آذان میں اَلصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ کہنے کے الفاظ بھی ثابت ہیں جنھیں تَثْوِیْب کہتے ہیں۔یہ تاکیدی الفاظ نماز فجر کے علاوہ اور کسی نماز کے لیے نہیں کہے جاتے۔

ساتویں وجہ: نیند سے بیدار ہونے کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی عدم سے وجود میں آیا ہو یا کسی مردہ شخص کو پھر سے ایک نئی زندگی ملی ہو۔اس وقت اللہ تعالیٰ کی کامل قدرت اور احسان کی بدولت تمام کائنات سے نیند و غفلت اور لاچاری و بے بسی کی ظلمتیں ختم ہو کر صبح کی روشنی سے سارا عالم منور ہو رہا ہوتا ہے تو گویا کائنات کو ایک نیا وجود ملتا ہے اور اسی طرح انسان کو بھی ایک نئی زندگی، طاقت اور فہم نصیب ہوتی ہے۔یقیناً یہی بہترین وقت ہوتا ہے کہ جس میں بندہ اپنے خالق کے سامنے جھکے اور عاجزی و انکساری کے ساتھ اس کی عبادت میں مشغول ہو جائے۔ان تمام چیزوں کو مد نظر رکھتے ہوئے یہی معلوم ہوتا ہے کہ صبح کی نماز ہی سب سے افضل ہے اور درمیان والی نماز سے مراد بھی نماز فجر ہی ہے۔

نویں دلیل: حضرت علیؓ سے جب صلوۃ وسطیٰ کے بارے میں سوال کیا گیا تو جواب میں فرمایا: كنا نرى انها الفجر۔ ہم صبح کی نماز کو ہی درمیان والی سمجھتے تھے(۳۵)۔عبد اللہ بن عباسؓ سے بھی اس طرح کی ایک روایت نقل کی گئی ہے جس میں انھوں نے فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد فرمایا کہ یہی درمیان والی نماز ہے(۳۶)۔

دسویں دلیل: امام رازیؒ فرماتے ہیں: ان سنن الصبح اٰکد من سائر السنن۔۔۔(۳۷)۔یعنی فجر کی دو رکعت سنت کی بھی دیگر سب سنن سے زیادہ تاکید کی گئی ہے(۳۸) اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے دو رکعت فرض بھی سب سے زیادہ اہمیت کے حامل ہوں گے۔یہ وہ تمام دلائل ہیں جن کے پیش نظر یہ کہا گیا کہ صبح کی نماز ہی درمیان والی نماز ہے۔

چوتھا قول: انها صلوة الظهر۔صلوۃ وسطیٰ سے مراد ظہر کی نماز ہے۔اس قول کی نسبت حضرت عمرؓ، زیدؓ، ابو سعید خدریؓ اور اسامہ بن زیدؓ کی طرف کی گئی ہے۔امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب سے بھی یہی قول نقل کیا گیا ہے(۳۹)۔امام رازیؒ نے اس قول کے لیے نو دلائل

ذکر کیے ہیں(۴۰)

پہلی دلیل: ظہر کی نماز کے وقت گرمی کی شدت اپنے عروج پر ہوتی ہے اور اس وقت میں قیلولہ بھی کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے یہ وقت لوگوں پر بہت بھاری ہوتا ہے، لہٰذا اس آیت میں اسی نماز کی خاص تاکید کی گئی ہے۔ اس سلسلے میں امام رازیؒ زید بن ثابتؓ کی روایت بیان کرتے ہیں کہ:ان النبی ﷺ کان یصلی بالھاجرۃ۔۔۔یعنی نبی کریم ﷺ ظہر کی نماز کو سخت گرمی میں پڑھتے تھے اور یہ صحابہؓ پر سب سے بھاری نماز ہوتی تھی بلکہ شاید اس نماز میں نمازیوں کی صرف ایک یا دو صفیں ہی ہوا کرتی تھیں، اسی لیے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اُحَرِّقَ عَلٰى قَوْمٍ لَايَشْهَدُوْنَ الصَّلٰوةَ بُيُوْتَهُمْ "میرا دل کرتا ہے کہ ان لوگوں کی گھروں کو جلادوں جو نماز کے لیے مسجد کو نہیں آتے، اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی(۴۱)۔

دوسری دلیل: یہ ایسی نماز ہے جو بالکل دن کے درمیانی وقت میں ادا کی جاتی ہے جب کہ اس کے علاوہ دوسری نمازوں میں سے کوئی بھی ایسی نماز نہیں جو کہ بالکل دن یا رات کے درمیانی حصے میں ادا کی جاتی ہو۔

تیسری دلیل: ظہر کی نماز دن کی دونوں نمازوں یعنی فجر اور عصر کے درمیان آتی ہے۔

چوتھی دلیل: یہ ایسی نماز ہے جو صبح اور شام کے درمیان میں آتی ہے۔

پانچویں دلیل: ابو العالیہؒ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کے ساتھ نماز ظہر ادا کی پھر ان سے درمیان والی نماز کی بابت سوال کیا تو انھوں نے جواب دیا: وہی نماز ہے جو تم نے ابھی پڑھی ہے(۴۲)۔

چھٹی دلیل: حضرت عائشہؓ سے مذکورہ آیت اس طرح پڑھنا نقل ہے کہ: حَافِظُواْ عَلَى الصَّلَوَاتِ والصَّلاَةِ الْوُسْطَى وَصَلٰوةِ الْعَصْر (۴۳)۔ اس میں عصر کی نماز کو درمیان والی نماز پر عطف کیا ہے چونکہ معطوف علیہ ہمیشہ معطوف سے پہلے آتا ہے اور نماز عصر سے پہلے نماز ظہر آتی ہے اس لیے درمیان والی نماز سے مراد نماز ظہر ہونا ثابت ہوا۔

ساتویں دلیل: زید بن ثابتؓ نے چند لوگوں کو اسامہ بن زیدؓ کے پاس بھیجا کہ ان سے درمیان والی نماز کے بارے میں پوچھیں تو انھوں نے فرمایا کہ وہ دن کے وسط میں گرمی میں ادا کی جانے والی ظہر کی نماز ہے(۴۴)۔

آٹھویں دلیل: صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ جبرائیلؑ کی امامت میں نبی کریم ﷺ نے سب سے پہلی نماز نماز ظہر ہی ادا کی تھی(۴۵)۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سب سے افضل نماز نماز ظہر ہی ہے اور آیت میں جو تاکید کی گئی ہے اس کا اشارہ بھی اسی طرف ہی ہے۔

نویں دلیل: جیسا کہ معلوم ہے کہ نماز جمعہ سب سے افضل نماز ہے وہ ظہر کی ہی نماز ہے لہٰذا اس تاکید سے مراد یہی نماز ہے۔

پانچواں قول: درمیان والی نماز سے مراد عصر کی نماز ہے۔ صحابہؓ میں سے اس قول کو حضرت علیؓ، ابن مسعودؓ، ابن عباسؓ اور ابو ہریرہؓ نے اختیار کیا ہے جب کہ فقہاء کرام میں سے نخعیؒ، قتادہؒ، ضحاکؒ اور امام ابو حنیفہؒ سے یہ قول نقل کیا گیا ہے(۴۶)۔ اس قول کے لیے امام رازیؒ نے چار دلائل ذکر کیے ہیں(۴۷)

پہلی دلیل: حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ یوم خندق کے موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا: شَغَلُوْنَا عَنِ الصَّلٰوةِ الْوُسْطیٰ مَلَأَاللّٰهُ بُيُوْتَهُمْ وَ قُبُوْرَهُمْ نَارًا "انھوں نے ہمیں درمیان والی نماز کے وقت مصروف کر دیا، اللہ تعالیٰ ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے"۔ اس روایت کو امام بخاری اور امام مسلم سمیت دیگر محدثین نے بھی نقل کیا ہے اور یہ اس مسئلہ میں ایک بڑی دلیل ہے بلکہ صحیح مسلم میں تو واضح طور پر یہ الفاظ نقل ہیں: شَغَلُوْنَا عَنِ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰی صَلَاةِ الْعَصْرِ "انھوں نے ہمیں درمیان والی نماز یعنی عصر کی نماز کے وقت مصروف کر دیا"(۴۸)۔

امام رازیؒ یہاں بعض فقہاء کا اس حدیث سے جواب نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں: العصر وسط ولكن ليس هى المذكورة فى القرآن۔۔۔ یعنی عصر کی نماز درمیان والی نماز ہے لیکن یہ وہ نہیں جس کا قرآن میں ذکر آیا، یہ دونوں نمازیں فجر اور عصر درمیان والی نمازیں ہیں ان میں سے ایک کی دلیل قرآن سے ثابت ہے جب کہ دوسری نماز کی سنت نبوی سے ثابت ہے جیسا کہ حرم بھی دو ہیں ایک حرم مکی جس کا ذکر قرآن میں ہوا اور دوسرا حرم مدنی جس کا ذکر سنت نبوی ﷺ میں آیا۔ امام رازیؒ یہ ذکر کرنے کے بعد خود ہی کہتے ہیں کہ: وهذا الجواب متكلف جدا(۴۹) اس جواب میں حد درجہ تکلف اور مبالغہ آرائی ہے۔

دوسری دلیل: نماز عصر کی جتنی تاکید وارد ہوئی ہے اتنی تاکید کسی دوسری نماز کے لیے نہیں کی گئی ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: مَنْ فَاتَهُ صَلَاةُ الْعَصْرِ فَكَأَنَّمَا وُتِرَ اَهْلُهُ وَ مَالُهُ(۵۰) "جس کی عصر کی نماز فوت ہوگئی گویا کہ اس کے گھر اور مال دونوں لٹ گئے"۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس وقت کی قسم کھاتے ہوئے فرمایا: وَالْعَصْرِ إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ(۵۱) "عصر کی قسم کہ انسان نقصان میں ہے"، جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ سب سے پسندیدہ وقت ہے۔

تیسری دلیل: عصر کی نماز میں تاکید کی وجہ یہ ہے کہ اس نماز کے علاوہ دوسری تمام نمازوں کے اوقات کی حفاظت آسان ہے جس کی دو وجوہات ہیں　:

پہلی وجہ: کیونکہ نماز عصر کے وقت کے دخول کی پہچان مشکل ہے جیسا کہ معلوم ہے فجر کا طلوع فجر کی روشنی سے شروع ہو جاتا ہے ایسے ہی ظہر کا وقت زوال کے بعد، مغرب کا وقت غروب آفتاب کے ساتھ اور عشاء کا وقت غروب شفق کے ساتھ۔ لیکن عصر کی نماز کا وقت گہرے غور و فکر اور سائے کا حال معلوم کیے بغیر ممکن نہیں لہٰذا اس میں کوئی شک نہیں کہ جس کی پہچان مشکل ہو اس کی فضیلت بھی اتنی ہی زیادہ ہوگی۔

دوسری وجہ: عصر کے وقت میں غالباً اکثر لوگ اپنے کاموں میں مصروف ہوتے ہیں جس کی وجہ سے اس وقت میں نماز کا رخ کرنا لوگوں کے لیے آسان کام نہیں اسی لیے اس نماز کی خاص طور سے تاکید کی گئی۔

چوتھی دلیل: درمیان والی نماز عصر کی نماز سے ہی مشابہت رکھتی ہے کیونکہ۔

پہلی وجہ: عصر کی نماز دو ایسی نمازوں کے درمیان ہے جو کہ رکعات کے اعتبار سے جفت اور طاق کے اعداد میں ہیں یعنی ظہر کی چار اور مغرب کی تین رکعات ہیں۔ چونکہ نماز عشاء میں بھی جفت اور طاق یعنی فجر اور مغرب کے مابین ہونے کی یہی ترتیب ہے اور اس طرح اس وجہ میں وہ نماز عصر کے مشابہ ہے۔

دوسری وجہ: عصر کی نماز دن اور رات والی نماز کے درمیان آتی ہے، دن کی نماز ظہر اور رات کی نماز مغرب ہے۔

تیسری وجہ: عصر کی نماز دن کی دو نمازوں (فجر اور ظہر) اور رات کی دو نمازوں (مغرب اور عشاء) کے درمیان میں بھی آتی ہے۔

چھٹا قول: صلوۃ وسطیٰ سے مراد نماز مغرب ہے۔ یہ قول عبیدہ السلمانیؒ (۵۲) اور قبیصہ بن ذویبؒ (۵۳) سے منقول ہے)۵۴(۔ اس قول کے لیے امام رازیؒ نے مندرجہ ذیل دو دلائل ذکر کیے ہیں(۵۵)

پہلی دلیل: نماز مغرب دن کی روشنی اور رات کے اندھیرے کے درمیان والی نماز ہے۔ اگرچہ یہی کیفیت نماز فجر کی بھی ہے لیکن اس معاملے میں تعداد رکعات کو مدنظر رکھتے ہوئے نماز مغرب کو نماز فجر پر ترجیح دی گئی ہے کیونکہ نماز مغرب کی تین رکعات ہیں جو کہ صبح کی نماز سے زیادہ اور عشاء کی نماز سے کم ہیں، لہٰذا یہ دونوں کے درمیان والی نماز ہوئی۔

دوسری دلیل: نمازوں کی ترتیب میں سب سے پہلی نماز ظہر کی نماز ہے کیونکہ جبرائیلؑ نے اسی نماز سے ابتداء کی۔ اس لحاظ سے اب اس میں کوئی شک نہیں کہ مغرب ہی کی نماز درمیان والی نماز ہے۔

ساتواں قول: درمیان والی نماز سے مراد نماز عشاء ہے۔ اس قول کے لیے امام رازیؒ نے یہ عقلی دلیل ذکر کی ہے کہ یہ ایسی دو نمازوں (مغرب و فجر) کے درمیان میں آتی ہیں جن میں قصر نہیں ہوتی (۵۶)۔ نیز اس کی فضیلت حضرت عثمانؓ کی روایت میں یہ ذکر ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مَنْ صَلَّى الْعِشَاءَ الأٰخِرَةَ فِيْ جَمَاعَةٍ كَانَ كَقِيَامِ نِصْفِ لَيْلَةٍ(۵۷)"جس نے عشاء کی نماز باجماعت ادا کی گویا کہ اس نے آدھی رات قیام میں گزارا"۔

خلاصہ بحث:

امام رازیؒ نے اگرچہ اس مسئلے کے تمام اقوال اپنے اپنے دلائل کے ساتھ تفصیل سے ذکر کرنے کے بعد کسی ایک قول کی ترجیح نہیں دی ہے اور فیصلہ قاری پر چھوڑ دیا ہے تاہم چونکہ آپ خود شافعی مسلک سے تعلق رکھتے ہیں اس لیے آپ کا میلان امام شافعیؒ کے قول کی طرف دکھائی دیتا ہے یعنی صلوۃ وسطیٰ سے نماز فجر مراد لیتے ہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ نے امام شافعیؒ کے قول کے لیے سب سے زیادہ دلائل دیے ہیں اور ساتھ بعض اعتراضات کے جوابات بھی ذکر کیے ہیں جب کہ امام ابو حنیفہؒ کے قول کے ضمن میں جو دلائل ذکر کیے ہیں تو امام رازیؒ نے ان کا رد بھی کیا ہے۔ تاہم صلوۃ وسطیٰ کی تعیین کے موضوع پر جس قدر تفصیلی بحث امام رازیؒ نے کی ہے، غالباً کسی اور تفسیر میں اس انداز کی تفصیل کم ہی ملے۔ واللہ اعلم۔

حواشی وحوالہ جات:

۱۔ سورۃ البقرۃ، آیت ۲۳۸

۲۔ آپ ابو محمد عبد الرحمن بن محمد ابی حاتم الحنظلی الرازی ہیں۔ ۲۴۰ھ / ۸۵۴ء میں پیدا ہوئے۔ حدیث کے بڑے حافظوں میں شمار ہوتے ہیں۔ مشہور تصانیف میں تفسیر کے علاوہ الجرح والتعدیل، الرد علی الجھمیۃ، علل الحدیث، الفوائد الکبری، زہد الثمانیۃ من التابعین وغیرہ شامل ہیں۔ ۳۲۷ھ / ۹۳۸ء میں وفات ہوئے۔ دیکھیے: طبقات المفسرین للسیوطی، ج۱، ص ۶۳؛ الاعلام، ج۳، ص ۳۲۴

۳۔ آپ ابو المحاسن یوسف بن عبد الرحمن بن علی ابن الجوزیؒ البکری البغدادی ہیں ۵۸۰ھ / ۱۱۸۵ء میں پیدا ہوئے۔ بڑے فقیہ، اصولی، واعظ، مفسر اور محدث ہونے کے علاوہ شاعر بھی تھے۔ آپ کے تصانیف میں معادن الابریز فی تفسیر الکتاب العزیز، المذہب الاحمد فی مذہب احمد اور الایضاح وغیرہ شامل ہیں۔ ۶۵۶ھ / ۱۲۵۸ء میں وفات ہوئے۔ دیکھیے: وفیات الاعیان، ج۳، ص ۱۴۲؛ الاعلام، ج۸، ص ۲۳۶؛ معجم المؤلفین، ج۱۳، ص ۳۰۷

۴۔ آپ علی بن محمد حبیب الماوردی ہیں۔ بصرہ میں ۳۴۶ھ / ۹۷۴ء میں پیدا ہوئے۔ شافعی مسلک سے تعلق تھا اور بڑے قاضی گزرے ہیں۔ تفسیر، فقہ واصول فقہ اور ادب وغیرہ میں آپ کی کافی تصنیفات ہیں۔ اور ۴۵۰ھ / ۱۰۵۸ء میں وفات ہوئے۔ طبقات الشافعیہ، ج۱، ص ۲۳۰، رقم ۱۹۲؛ طبقات المفسرین، ج۱، ص ۸۳؛ وفیات الاعیان، ج۳، ص ۲۸۲؛ الاعلام، ج۴، ص ۳۲۷

۵۔ دیکھیے: تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ البقرہ، آیت ۲۳۸، ج۲، ص ۴۴۸؛ الحاوی الکبیر، کتاب الصلوۃ، باب وقت الصلوۃ، ج۲، ص۷؛ زاد المسیر، سورۃ البقرہ، آیت ۲۳۸، ج۱، ص ۲۱۴

۶۔ مذکورہ بحث کے لیے دیکھیے: تفسیر مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر)، سورۃ البقرہ، آیت ۲۳۸، ج۶، ص ۱۵۵ تا ص ۱۶۲

۷۔ یہ قول امام طحاویؒ اور الماتریدیؒ وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔ دیکھیے: شرح معانی الآثار، کتاب الصلوۃ، باب الصلوۃ الوسطی، ای الصلوات، ج۱، ص ۱۶۷، رقم ۹۹۸؛ تفسیر الماتریدی، سورۃ البقرہ، آیت ۲۳۸، ج۲، ص ۲۰۹

۸۔ تفسیر کبیر، سورۃ البقرہ، آیت ۲۳۸، ج۶، ص ۱۵۷

۹۔ تفسیر کبیر، سورۃ البقرہ، آیت ۲۳۸، ج۶، ص ۱۵۷

۱۰۔ امام سیوطی نے الدر المنثور میں اس اثر کو عبد بن حمید کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ دیکھیے: تفسیر الدر المنثور، سورۃ البقرہ، آیت ۲۳۸، ج۱، ص ۷۲۹

۱۱۔ ابن جریر نے سائل کا نام نسیر بن ذعلوق اَبی طعمۃ ذکر کیا ہے۔ دیکھیے: تفسیر الطبری، سورۃ البقرہ، آیت ۲۳۸، ج۵، ص ۲۲۰، رقم ۵۴۹۱

۱۲۔ دیکھیے: تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ البقرہ، آیت ۲۳۸، ج۲، ص ۴۴۸

۱۳۔ تفسیر کبیر، سورۃ البقرہ، آیت ۲۳۸، ج ۶، ص ۱۵۸

۱۴۔ دیکھئے: صحیح مسلم، باب شعب الایمان، ج ۱، ص ۶۳، رقم ۳۵؛ سنن ابی داؤد، باب فی ردالارجاء، ج ۴، ص ۲۱۹، رقم ۴۶۷۶

۱۵۔ دیکھیے: تفسیر الطبری، سورۃ البقرہ، آیت ۲۳۸، ج ۵، ص ۲۱۴، رقم ۵۴۷۲ تا ص ۲۱۹، رقم ۵۴۸۹؛ تفسیر الامام الشافعی، سورۃ البقرہ، آیت ۲۳۸، ج ۱، ص ۴۱۲؛ زادالمسیر، سورۃ البقرہ، آیت ۲۳۸، ج ۱، ص ۲۱۵؛ تفسیر البغوی، سورۃ البقرہ، آیت ۲۳۸، ج ۱، ص ۲۸۷؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ البقرہ، آیت ۲۳۸، ج ۲، ص ۴۴۸، رقم ۲۳۷۶

۱۶۔ تفسیر کبیر، سورۃ البقرہ، آیت ۲۳۸، ج ۶، ص ۱۵۸

۱۷۔ الاسراء: ۷۸

۱۸۔ صحیح البخاری، باب فضل صلاۃ الفجر فی جماعۃ، ج ۱، ص ۱۳۱، رقم ۶۴۸؛ صحیح مسلم، باب فضل صلاۃ الجماعۃ وبیان التشدید، ج ۱، ص ۴۵۰، رقم ۶۴۹

۱۹۔ تفسیر کبیر، سورۃ البقرہ، آیت ۲۳۸، ج ۶، ص ۱۵۹

۲۰۔ اس سلسلے میں متفق علیہ حدیث کا حوالہ اوپر دیا گیا ہے

۲۱۔ امام رازیؒ کی یہ بات محل نظر ہے۔ کیونکہ صحیح احادیث سے دیگر نمازوں میں بھی قنوت پڑھنا ثابت ہے مثلاً دیکھیے: سنن الصغری للنسائی، باب القنوت فی صلاۃ الظہر، ج ۲، ص ۲۰۲، رقم ۱۰۷۵

۲۲۔ دیکھیے: تفسیر الطبری، سورۃ البقرہ، آیت ۲۳۸، ج ۵، ص ۲۲۰

۲۳۔ آل عمران: ۱۷

۲۴۔ صحیح البخاری، باب التواضع، ج ۸، ص ۱۰۵، رقم ۶۵۰۲؛ مسند احمد، حدیث السیدۃ عائشہؓ، ج ۶، ص ۲۵۶، رقم ۲۶۲۳۶

۲۵۔ تکبیر اولیٰ کی نماز فجر کے ساتھ تخصیص والی روایت مجھے نہیں ملی۔ صرف ابو وائل کا ایک قول ان الفاظ سے ذکر ہے کہ: اعطانی عمر اربع اعطیۃ بیدہ و قال التکبیر خیر من الدنیا ومافیھا۔ اس میں فجر کا ذکر ہی نہیں۔ البتہ عائشہؓ کی ایک روایت میں نبی ﷺ کا یہ ارشاد نقل ہے کہ: رکعتا الفجر خیر من الدنیا ومافیھا۔ اسی طرح عائشہؓ ہی سے مروی دوسری روایت میں نبی ﷺ کا فرمان ان الفاظ سے ہے: الرکعتان قبل الفجر احب الی من الدنیا ومافیھا۔ دیکھیے: مصنف ابن ابی شیبۃ، فی ثواب تکبیرۃ ماھو، ج ۶، ص ۱۱۰، رقم ۲۹۸۷۶؛ صحیح مسلم، باب استحباب رکعتی سنۃ الفجر، ج ۱، ص ۵۰۱، رقم ۷۲۵؛ سنن البیھقی الکبریٰ، باب تاکید صلاۃ الوتر، ج ۲، ص ۷۰۴، رقم ۴۲۵۵؛ صحیح ابن حبان، باب الحدث فی الصلوۃ، ج ۶، ص ۲۱۱، رقم ۲۴۵۸؛ مستخرج ابی عوانۃ، بیان فضل الرکعتین قبل الفجر، ج ۲، ص ۱۵، رقم ۲۱۴۲

۲۶۔ کئی ائمہ حدیث نے اس کے لیے الاذان قبل الفجر یا بعد الفجر وغیرہ جیسے عنوانات سے علیحدہ باب قائم کیے ہیں مثلا دیکھیے: صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب الاذان بعد الفجر، وباب الاذان قبل الفجر ج ۱، ص ۱۲۷؛ صحیح ابن خزیمۃ، باب اباحۃ الاذان للصبح قبل طلوع الفجر اذا کان

للمسجد مؤذنان لامؤذن واحد، ج۲، ص۱۹۳، رقم ۳۹۴؛ سنن البیھقی، باب السنۃ فی الاذان لصلاۃ الصبح قبل طلوع الفجر، ج۱، ص۳۸۰، رقم ۱۶۵۹

۲۷۔الاسراء:۷۸

۲۸۔النور:۵۸

۲۹۔الروم:۱۷

۳۰۔الطور:۴۹

۳۱۔عمرؓ کے علاوہ کئی دیگر صحابہ جیسے ابوہریرہؓ اور علیؓ سے بھی یہ قول اس طرح مروی ہے: ادبار النجوم رکعتان قبل الفجر وادبار السجود رکعتان قبل المغرب۔ دیکھیے: مصنف ابن ابی شیبۃ، فی ادبار السجود وادبار النجوم، ج۲، ص۲۵۸، رقم ۸۷۵۳ تا ۸۷۵۵

۳۲۔الفجر:۱،۲

۳۳۔العصر:۱،۲

۳۴۔ھود:۱۱۴

۳۵۔دیکھیے: شرح معانی الآثار، باب الصلوۃ الوسطی ای الصلوۃ، ج۱، ص۱۷۳، رقم ۱۰۳۲

۳۶۔دیکھیے: تفسیر الطبری، سورۃ البقرہ، آیت ۲۳۸، ج۵، ص۲۱۴، رقم ۵۴۲۷، ۵۴۷۳

۳۷۔تفسیر کبیر، سورۃ البقرہ، آیت ۲۳۸، ج۶، ص۱۶۰

۳۸۔اس سلسلے میں ابوہریرہؓ کی مشہور روایت ذکر کی جاتی ہے اگر چہ شیخ البانی اور شعیب الارنووط کے مطابق سنداً ضعیف ہے، اس کے الفاظ یوں ہے: لاتدعوا رکعتی الفجر وان طردتکم الخیل۔ دیکھیے: مسند احمد، مسند ابی ہریرۃؓ، ج۲، ص۴۰۵، رقم ۹۲۴۲؛ سنن ابی داؤد، باب فی تخفیفھما[رکعتی الفجر]، ج۲، ص۲۰، رقم ۱۲۵۸؛ شرح معانی الآثار، باب الرجل یدخل المسجد والامام فی صلاۃ، ج۱، ص۳۷۶، رقم ۲۲۱۳

۳۹۔دیکھیے: تفسیر الطبری، سورۃ البقرہ، آیت ۲۳۸، ج۵، ص۱۸۹، رقم ۵۴۴۶ تا ۵۴۶۰؛ زادالمسیر، سورۃ البقرہ، آیت ۲۳۸، ج۱، ص۲۱۵؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ البقرہ، آیت ۲۳۸، ج۲، ص۴۴۸، رقم ۲۳۷۳

۴۰۔تفسیر کبیر، سورۃ البقرہ، آیت ۲۳۸، ج۶، ص۱۶۰

۴۱۔یہ روایت مختلف الفاظ سے مروی ہے۔ مسند احمد پر تعلیق میں شعیب الارنووط نے انقطاع کی بناپر اس کی اسناد کو ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھیے: تفسیر الطبری، سورۃ البقرہ، آیت ۲۳۸، ج۵، ص۲۰۷، رقم ۵۴۶۰؛ مسند احمد بن حنبل، حدیث اسامۃ بن زید، ج۵، ص۲۰۶، رقم ۲۱۸۴۰؛ سنن النسائی الکبری، ذکر اختلاف الناقلین لخبر زید بن ثابت، ج۱، ص۱۵۳، رقم ۳۶۲

۴۲۔ابو العالیہ کے حوالے سے یہ دلیل دینا صحیح نہیں کیونکہ ابو العالیہ نے نماز ظہر نہیں بلکہ نماز فجر ادا کی تھی اور اسی بابت ان کو کہا گیا کہ یہ صلوۃ وسطی ہے۔امام سیوطی نے در منثور میں مزید تفصیل اس حوالے سے یہ بھی بیان کی ہے کہ ابو العالیہ نے حضرت عمرؓ کے زمانے میں ظہر کی یہ نماز عبداللہ بن قیس کے پیچھے پڑھی تھی۔ دیکھیے: تفسیر الطبری، سورۃ البقرہ، آیت ۲۳۸، ج۵، ص۲۱۸، رقم ۵۴۸۲؛ تفسیر الدر المنثور، سورۃ البقرہ، آیت ۲۳۸، ج، ص۷۱۹؛ مصنف عبد الرزاق، باب صلاۃ الوسطی، ج۱، ص۵۷۹، رقم ۲۲۰۸

۴۳۔ دیکھیے: تفسیر الطبری، سورۃ البقرہ، آیت ۲۳۸، ج۵، ص۱۷۴، رقم ۵۳۹۴ و رقم ۵۳۹۵؛ صحیح مسلم، باب الدلیل لمن قال الصلاۃ الوسطی ھی صلاۃ العصر، ج۱، ص۴۳۷، رقم ۶۲۹؛ مسند احمد، مسند السیدۃ عائشہؓ، ج۶، ص۳۷، رقم ۲۴۴۹۲

۴۴۔ ابن جریر کی ذکر کردہ روایت میں ہے کہ ان لوگوں میں سے دو آدمیوں نے پہلے زید بن ثابت سے صلوۃ وسطیٰ کے متعلق پوچھا ،توانھوں نے ظہر بتادیا۔ پھر ان میں سے دوآدمی اسامہ بن زید کے پاس آئے اور ان سے یہی سوال کیا تو ان کا بھی یہی جواب تھا۔ دیکھیے: تفسیر الطبری، سورۃ البقرہ، آیت ۲۳۸، ج۵، ص۲۰۷، رقم ۵۴۶۰

۴۵۔ امامت جبریل کی روایت کے مشہور ناقل ابن عباسؓ ہیں اگرچہ بعض محدثین جابرؓ اور ابو سعید خدریؓ کی سند سے بھی یہ روایت ذکر کرتے ہیں۔ دیکھیے: سنن ابی داؤد، باب فی المواقیت، ج۱، ص۱۰۷، رقم ۳۹۳؛ سنن الترمذی، باب ما جاء فی مواقیت الصلاۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۱، ص۲۷۸، رقم ۱۴۹؛ مسند احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن العباس، ج۱، ص۳۳۳، رقم ۳۰۸۱؛ المعجم الکبیر للطبرانی، سعد بن مالک بن سنان بن ثعلبۃ، ج۶، ص۳۷، رقم ۵۴۴۳

۴۶۔ دیکھیے: تفسیر الطبری، سورۃ البقرہ، آیت ۲۳۸، ج۵، ص۱۶۸، رقم ۵۳۸۰ تا ص۱۹۸، رقم ۵۴۴۵؛ زاد المسیر، سورۃ البقرہ، آیت ۲۳۸، ج۱، ص۲۱۵؛ تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ البقرہ، آیت ۲۳۸، ج ۲، ص۴۴۸، رقم ۲۳۷۴

۴۷۔ تفسیر کبیر، سورۃ البقرہ، آیت ۲۳۸، ج۶، ص۱۶۱

۴۸۔ دیکھیے: صحیح البخاری، باب الدعاء علی المشرکین بالھزیمۃ، ج۴، ص۴۳، رقم ۲۹۳۱؛ صحیح مسلم، باب الدلیل لمن قال الصلاۃ الوسطی ھی العصر، ج۱، ص۴۳۷، رقم ۶۲۷؛ سنن ابی داؤد، باب فی وقت صلاۃ العصر، ج۱، ص۱۱۲، رقم ۴۰۹

۴۹۔ تفسیر کبیر، سورۃ البقرہ، آیت ۲۳۸، ج۶، ص۱۶۱

۵۰۔ دیکھیے: صحیح البخاری، باب اثم من فاتتہ العصر، ج۱، ص۱۱۵، رقم ۵۵۲؛ صحیح مسلم، باب التغلیظ فی تفویت صلاۃ العصر، ج۱، ص۴۳۵، رقم ۶۲۶؛ سنن ابی داؤد، باب فی وقت صلاۃ العصر، ج۱، ص۱۱۳، رقم ۴۱۴؛ سنن النسائی، باب التشدید فی تاخیر العصر، ج۱، ص۲۵۵، رقم ۵۱۲؛ سنن الترمذی، باب ماجاء فی السھو عن وقت صلاۃ العصر، ج۱، ص۳۳۰، رقم ۱۷۵؛ سنن ابن ماجہ، باب المحافظۃ علی صلاۃ العصر، ج۱، ص۲۲۴، رقم ۶۸۵

۵۱۔ العصر:۲،۱

۵۲۔ آپ ابو مسلم یا ابو عمرو عبیدۃ بن عمرو السلمانی الھمدانی المرادی الکوفی ہیں۔ دادا سلمان بن ناجیۃ بن مراد کی طرف نسبت کی وجہ سے سلمانی کہلاتے ہیں۔ جلیل القدر تابعی ہیں۔ نبی ﷺ کی زندگی ہی میں فتح مکہ کے ایام میں یمن میں اسلام لے آئے لیکن نبی ﷺ کو نہیں دیکھا تاہم عمرؓ کے دور خلافت میں مدینہ ہجرت کر گئے اور اکثر غزوات میں حصہ لیا، تفقہ حاصل کیا اور احادیث روایت کیے۔ ۶۴ھ یا ۷۲ھ /۶۹۱ء میں وفات ہوئے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: الاعلام، ج۴، ص۱۹۹؛ مشاہیر علماء الامصار، ص۱۶۰؛ تقریب التھذیب، ص۳۷۹، رقم ۴۴۱۲؛ تذکرۃ الحفاظ، ج۱، ص۵۰؛ تھذیب التھذیب، ج۷، ص۸۷، رقم ۱۸۵؛ تھذیب الکمال، ج۱۹، ص۲۶۶؛ سیر اعلام النبلاء، ج۴، ص۴۰، رقم ۹

۵۳۔ آپ ابو سعید قبیصۃ بن ذؤیب بن حلحلۃ الخزاعی المدنی ہیں۔ نبی ﷺ کی زندگی ہی میں فتح مکہ کے ایام میں ۸ھ /۶۲۲ء میں پیدا ہوئے لیکن صحابی ہونے میں اختلاف ہے۔ ۸۶ھ /۷۰۵ء میں دمشق میں وفات ہوئے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: الاعلام، ج۵، ص۱۸۹؛ تذکرۃ الحفاظ، ج۱، ص۶۰؛ تھذیب الکمال، ج۲۳، ص۴۷۶؛ سیر اعلام النبلاء، ج۴، ص۲۸۲، رقم ۱۰۳

۵۴۔ دیکھیے: تفسیر الطبری، سورۃ البقرہ، آیت ۲۳۸، ج۵، ص۲۱۴، رقم ۵۴۷۱

۵۵۔ تفسیر کبیر، سورۃ البقرہ، آیت ۲۳۸، ج۶، ص۱۶۲

۵۶۔ ایضاً

۵۷۔ دیکھیے: سنن ابی داؤد، باب فی فضل صلاۃ الجماعۃ، ج۱، ص۱۵۲، رقم ۵۵۵؛ سنن الدارمی، باب المحافظۃ علی الصلوۃ، ج۱، ص۳۰۳، رقم ۱۲۲۴؛ مسند احمد، مسند عثمان بن عفانؓ، ج۱، ص۵۸، رقم ۴۰۸؛ مستخرج ابی عوانۃ، ابتداء ابواب الصلوات وما فیھا، ج۱، ص۳۵۰، رقم ۱۲۵۴؛ مسند البزار، مسند عمر بن الخطاب، ج۱، ص۲۷۵، رقم ۴۰۳

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.